باب التقریظ والانتقاد

ابن الحریری ومقاماتہ[1]

از

سعید احمد

ڈاکٹر محمد احمد صاحب صدیقی لکچرر عربی وفارسی الہ آباد یونیورسٹی اپنے علمی مقالات ومضامین کی وجہ سے علمی حلقوں میں کافی متعارف ہیں موصوف نے الہ آباد یونیورسٹی سے ڈاکٹریٹ کے لئے ایک ضخیم مقالہ لکھا تھا یہ کتاب وہی مقالہ ہے۔ اس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس طرح کے عام مقالات کے برخلاف یہ مقالہ عربی زبان میں ہے اور عربی زبان کی شستہ اور رواں۔ مقامات حریری عربی ادب کی مشہور کتاب ہے جو عرصہ دراز سے درس نظامی میں شامل ہے۔ اب اگرچہ یہ طرز متروک ہوگیا ہے لیکن صدیوں تک یہی طرز عربی انشاء کا معیار کمال تھا اور بڑے بڑے اہلِ قلم اسی طرز میں لکھنے کو باعث فخر سمجھتے تھے۔ لیکن یہ حریری یا ابن حریری کون تھا؟ مقامہ کس کو کہتے ہیں؟ اس طرز کا رواج کب سے ہوا؟ اور اس طرز کی پیروی کس کس نے کی؟ یہ اور اسی طرح کے متعدد سوالات ہیں جو مقامات حریری اور اس کے مصنف کے تذکرہ کے سلسلہ میں پوچھے جا سکتے ہیں۔ لیکن ہمارے عربی زبان وادب کے وہ طلبا جنھوں نے کئی کئی مقامات برنوک زبان یاد کر رکھے ہوں گے ان کو بھی ان سوالات کے جوابات کا پتہ نہیں ہوگا۔ اس لحاظ سے عربی کے طلبا کو ڈاکٹر صاحب کا شکرگذار ہونا چاہئے کہ انھوں نے کافی محنت، تحقیق اور جستجو کے بعد ایک ایسی کتاب مرتب کر دی ہے جو ہندوستان میں اس موضوع پر نقش اول ہے۔ البتہ علمی حیثیت سے اس کتاب میں جو فروگذاشتیں نظر آئیں ان کا ذکر کر دینا بھی ضروری ہے تاکہ اگر فاضل مصنف کو ہم سے اتفاق ہو تو آئندہ ایڈیشن میں وہ اس کی تصحیح کر سکیں۔ موصوف صفحہ ۱۲ پر لکھتے ہیں کہ چونکہ قریش تجارت نہیں کرتے تھے اس لئے ان کی زبان فاسد نہیں ہوئی اور اس کے برخلاف اہل یمن چونکہ تجارت کرتے تھے اور تجارت زبان کو بگاڑ دیتی ہے اس لئے وہ فصاحت کو قائم نہیں رکھ سکے

[1] تقطیع کلاں۔ کتابت وطباعت وکاغذ اعلیٰ۔ ضخامت ۲۳۲ صفحات قیمت مجلد بارہ روپیہ پتہ:۔ مصنف سے ملے گی۔

عربی زبان کا ہر مبتدی جانتا ہے کہ یمن والے تو تجارت بھی کرتے تھے اور زراعت بھی۔ لیکن قریش تو زراعت کو ننگ و عار سمجھتے تھے اور ان کا وسیلۂ معاش صرف تجارت تھا۔ خود قرآن مجید میں لایلاف قریش الفھم رحلۃ الشتاء والصیف میں قریش کی تجارت کا تذکرہ موجود ہے۔ پھر یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت خدیجہؓ۔ حضرت ابو بکرؓ۔ حضرت عثمانؓ۔ ابو سفیانؓ۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ وغیرہم یہ سب تجارت ہی کرتے تھے اور اس بنا پر اہل شام کے ساتھ ان کے تعلقات تھے۔ پھر ظاہر ہے ان کی زبان بھی فاسد ہونی چاہئے۔

صفحہ ۴۵، ۸۳، اور صفحہ ۱۷۹ تین جگہ مصنف لکھتے ہیں کہ مقامات حریری میں جتنے اشعار ہیں وہ سب حریری کے ہیں۔ مگر ہاں "دو شعر باہر کے ہیں" حالاں کہ حریری نے خود مقدمہ میں ایسے چار اشعار کا تذکرہ کیا ہے۔ دو شعر المقامۃ الحلوانیہ میں اور دو شعر المقامۃ الکرجیہ میں جو ابن سکرہ کے ہیں۔

صفحہ ۲۲ پر لکھتے ہیں کہ ابن حریری کے اوائل عمر میں خلافت کا ضعف شروع ہو گیا تھا۔ حالاں کہ تاریخی حقیقت یہ ہے کہ حریری پانچویں صدی کے وسط میں پیدا ہوا ہے اور اس وقت تک خلافت عباسیہ کا ضعف و زوال جو واثق باللہ المتوفی ۲۳۲ھ کے عہد سے ہی شروع ہو گیا تھا شباب کو پہنچ چکا تھا، اسی طرح صفحہ ۳۸ پر مصنف کا یہ بیان کہ ابن حریری کے زمانہ میں فلسفہ کا ارتقاء ہوا صحیح نہیں ہے کیوں کہ فلسفہ کے زیر اثر معتزلہ کا عروج متوکل علی اللہ از ۲۳۲ھ تا ۲۴۷ھ کے عہد میں کمال کو پہنچ گیا تھا اور اس کی وجہ سے اسلامی عقائد و افکار کی بنیاد متزلزل ہو کے رہ گئی تھی۔ اس کے علاوہ صفحہ ۲۲ پر مصنف کا یہ بیان کہ حجاج نے عربی زبان کی اصلاح کی کوشش کی اور اس کے بعد ابن الحریری نے اس کام کو انجام دیا۔ ایک ایسا بیان ہے جس کی توقع ایک ڈاکٹر سے نہیں کی جا سکتی۔ کیوں کہ اس بیان کا مطلب تو یہ ہوا کہ حجاج اور حریری کے درمیان جو کئی صدیوں کی مدت ہے اُس میں اصلاحِ زبان کی تحریک آگے بڑھی ہی نہیں۔ حالانکہ اصمعی۔ ابن المعتز۔ المفضل الضبی اور جاحظ اسی درمیانی دور کے لوگ ہیں۔

صفحہ ۷۰ پر مصنف نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتب کا نام زید بن حارثہ لکھا ہے حالانکہ طبری۔ مسعودی اور محدثین کے بیان کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے کاتب زید بن ثابت تھے جو انصاری تھے۔

ڈاکٹر صاحب نے یافعی نے حریری کے جواب میں جو قصیدے یا ابیات لکھے ہیں ان کو چھ صفحوں میں نقل کیا ہے۔ اول تو اس قدر زیادہ نقل کی ضرورت نہیں تھی اور نقل کئے تھے تو دونوں کا موازنہ کرنا چاہیئے تھا۔ اور یہ بھی نہیں تو کم از کم نقل کرتے وقت اشعار کی تصحیح کر دینی ضروری تھی کیوں کہ مراۃ الجنان مطبعی اغلاط سے پُر ہے چنانچہ وہی اغلاط اس میں بھی ہیں۔ مثلاً صفحہ ۵۳ پر لا تدر ہا ہے حالاں کہ صحیح لا تزدد ہے صفحہ ۵۴ پر قصیدہ رائیہ میں "ذا نہا الجود" چھپا ہوا ہے ڈاکٹر صاحب اس کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حاشیہ میں اس کی تشریح "دلیق بها الجود" سے کرتے ہیں حالاں کہ یہ غلط ہے۔ ماقبل میں حور کا تذکرہ ہے اس لئے صحیح "ذا نہا الحور" ہے۔ پھر اسی صفحہ پر ہے "وقصبان مسك"، حالاں کہ صحیح ہے "وکثبان مسك" جیسا کہ مراۃ الجنان کے مطبوعہ نسخہ میں ہے۔ صفحہ ۵۵ پر "الغضن البصیر" لکھا ہے حالاں کہ صحیح "الغصن النضیر" ہے۔

بعض جگہ ڈاکٹر صاحب سے الفاظ کی تشریح میں بھی غلطی ہو گئی ہے، صفحہ ۶۷ پر "ان انقل الحشف الی ھجر" کی تشریح میں ہجر کے معنی الفائق الفاضل علی غیرہ بتاتے ہیں۔ حالاں کہ یہ جملہ دراصل ایک عربی ضرب المثل سے ماخوذ ہے جس کے اصل الفاظ یہ ہیں "کمستبضع تمر الی ھجر" اور یہاں ہجر سے مراد یمن کا وہ مشہور علاقہ ہے جو یمامہ کے قریب ہے۔ حضرت خالد بن الولید کی مسیلمہ کذاب سے جنگ یہیں ہوئی تھی اور یہ علاقہ کھجوروں کی کثرت میں مشہور تھا۔ صفحہ ۷۹ پر ڈاکٹر صاحب نے نقل کیا ہے

واسکب للبین المشتت مد معًا

حالانکہ اس مصرع میں بجائے مدمعًا کے مدامعًا ہونا چاہیئے۔

یہ غلطیاں تو وہ ہیں جو ڈاکٹر صاحب سے دوسروں کے اشعار یا عبارات کے نقل میں ہوئی ہیں ان کے علاوہ زبان و بیان کی وہ غلطیاں جو خود ان سے ہوئی ہیں وہ بھی کم نہیں ہیں، مثلاً ص ۱۷۱ پر "دیوان ابی الصادۃ" صحیح ابی عبادہ ہے۔ ص ۱۷۵ پر "بین جریر و فرزدق" صحیح "الفرزدق"

ہے البتہ نظم میں فرزدق غیر معرف باللام کی گنجائش ہے۔ ص ۱۷۲ " ولفتخر الحریری علی البصریین " "علی" بالکل غلط ہے۔ "بالبصریین" ہونا چاہیئے۔ ص ۱۷۵ " المشاعرہ " یہ ہندی عربی ہے۔ " المسابقۃ الشعریہ " لکھنا چاہیئے تھا۔ ص ۱۵۵ " النصیف الیازجی " صحیح ہے " الناصیف الیازجی "۔ ص ۱۹ " محمد القاسم " صحیح ہے " ابو محمد القاسم " ص ۸۵ " احمد حسین الزیات " صحیح ہے " احمد حسن الزیات "۔ ص ۵۷ " کانت الطماعی تنوق الیہ " دراصل " تتوق " ہونا چاہیئے ص ۷۶ " ھدّیت " (دال مشدد) صحیح ھدیت ہے بالتخفیف۔

پھر ڈاکٹر صاحب کی اس سادگی کی داد دینے کو بھی جی چاہتا ہے کہ انہوں نے اس اہم علمی کتاب کے ماخذ میں عبدالحلیم شرر کے ناول کو بھی شامل کرلیا ہے۔ حالانکہ جو معلومات انہوں نے اس ناول سے لی ہیں عربی زبان کی بلند پایہ تاریخوں میں اس کی کمی نہیں۔ ص ۹۵ پر لمعات (صحیح اللمعات) کے حوالہ سے یہ لکھا ہے کہ اہل عجم کو علوم و فنون کے ساتھ جو دلچسپی اور ان میں جو مہارت تھی وہ کسی اور میں نہیں تھی۔ ابن خلدون نے مقدمہ میں اس پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس لئے اگر اللمعات کے بجائے ابن خلدون کا حوالہ دیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا۔

علاوہ بریں اس کتاب میں یہ کمی بھی نظر آئی کہ موضوعِ بحث کے اعتبار سے اس میں جن بعض مسائل پر بحث ہونی چاہیئے تھی ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ مثلاً

(۱) مقامات حریری میں بدیع اور محسناتِ لفظیہ کے سلسلہ میں مخصوص تکلفات نظر آتے ہیں ان پر مستقل بحث ہونی چاہیئے تھی۔

(۲) حریری کے فن پر ناقدانہ نگاہ ڈالنے کے لئے ضروری تھا کہ اس کے پیش رو ابن العمید۔ الصاحب بن عباد، عتبی۔ ابوبکر خوارزمی۔ الثعالبی۔ اور ابا خرزی وغیرہم کے طرزِ انشا سے بحث کرنی چاہیئے تھی۔

(۳) حریری پر ابن الخشاب کے مواخذات اور پھر ابن بری کے جوابات سے بھی بحث کرنی چاہیئے تھی۔

ڈاکٹر صاحب کو حریری کے ساتھ غیر معمولی ارادت اور عقیدت ہے اور اس لئے انھوں نے حریری اور بدیع الزماں کے موازنہ کے موقع پر جو عبارت لکھی ہے اس میں خطابت کا رنگ پیدا ہو گیا ہے جو ایک

علمی کتاب کے شایانِ شان نہیں۔ مثلاً ان کے یہ الفاظ۔

"لانسبۃ للبدایع مع الحریری غیر نسبۃ الفقیر الی الغنی" ص۱۷۹ اور پھر لطف یہ ہے کہ خود حریری بدیع الزماں کو مقامات کا مبتدع مانتا ہے اور ڈاکٹر صاحب اس کو نقل کرنے کے بعد اس کی نسبت لکھتے ہیں کہ "ان ھذا القول عبث لطائل تحتہ" ص ۱۸۰۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ڈاکٹر صاحب خود حریری کے قول کو عبث لطائل تحتہ قرار دیتے ہیں۔ غور کرنا چاہئے حریری کے ساتھ اس سے زیادہ ناانصافی کیا ہوگی۔

علامہ شریشی نے اپنے ایک معاصر ادیب کا ایک بڑا بلیغ قول نقل کیا ہے کہ "لم یبلغ الحریری ان یسمی بدیع یوم فکیف یقادن ببدیع زمان" ڈاکٹر صاحب اس کے رد میں زمخشری کے ابیات کا سہارا لیتے ہیں۔ لیکن ان کو شاید پتہ نہیں کہ زمخشری کے ابیات محض حریری کی تعریف میں ہیں۔ حریری اور بدیع الزماں کے موازنہ میں نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ حریری بہت بڑا انشاپرداز اور قادر الکلام سہی لیکن بدیع الزماں تیج مچ بدیع الزماں ہی ہے۔ دوسروں کی آراکو خطیبانہ انداز میں "ھذا توھم دخیال لا فائدۃ" کہ دینے سے کام نہیں چلتا اس پر مدلل بحث کرنی چاہئے تھی۔

ڈاکٹر صاحب کے کلام میں کہیں کہیں تضاد بھی پیدا ہوگیا ہے مثلاً صفحہ ۴۸ پر حسن زیات کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ حریری کی مقامہ نویسی کا مقصد صرف لفاظی اور انشاپردازی تھا اور پھر خود ہی ص ۲۰۶ و ۲۰۸ پر حریری نے مقدمہ کے آخر میں جو کچھ لکھا ہے اس کے حوالے سے سابقہ بیان کی تردید کردی ہے اور بتایا ہے کہ حریری کا مقصد صرف لفاظی نہیں بلکہ حسن وعظ اور اس زمانہ کی سوسائٹی پر تنقید بھی تھا۔

بہرحال کسی انسان کا کام سہو و نسیان سے بالکل محفوظ نہیں ہوتا اس لئے سطور بالا سے ہمارا مقصد خدانخواستہ خواہ مخواہ کی نکتہ چینی نہیں ہے بلکہ غرض وغایت یہ ہے کہ اس طرح کے علمی کام کے پہلے اڈیشن میں جو خامیاں رہ گئی ہیں وہ دوسرے اڈیشن میں نہ رہیں ورنہ اس میں شک نہیں ڈاکٹر صاحب کی یہ کوشش بحیثیت مجموعی لائقِ تحسین اور قابلِ قدر ہے اور ہم اس پر ان کو مبارکباد دیتے ہیں۔